جہاں اپوا ثقافت ہو وہاں حیوان تو ہو گا

جہانِ نسواں

محترمہ ایس ایس بخاری

> مین گیٹ کو کھلا چھوڑ کر باقی دروازے مقفّل کر کے یہ یقین کر لینا کہ چور نہیں آئے گا
> ایک احمقانہ حرکت ہے

۱۰ ستمبر ۱۹۸۰ء روزنامہ نوائے وقت میں محترمہ بشریٰ رحمٰن کا کالم "نازک آبگینے" نظروں سے گزرا۔ اسے پڑھا بلکہ بار بار پڑھا۔ ایسا محسوس ہوا موجودہ معاشرے میں عورت کے گرتے ہوئے مقام اسکی بےحرمتی اور عدم تحفظ پر تشویش اور کرب و اذیّت میں مبتلا مجھ سمیت بہت سے بیقرار دلوں کی صدا وہ نوکِ قلم تک لے آئیں جو کچھ ہم سوچ رہے تھے وہ انہوں نے کہہ ڈالا۔ مرد کی روبہ زوال غیرت، حمیت اور انسانیت ہمارے معاشرے پر طاری بے حسی، اور اس صورتحال پر اونچے ایوانوں میں آنکھیں بند کر کے بیٹھنے والے اربابِ اختیار کو جس انداز سے انہوں نے جھنجھوڑا ہے وہ یقیناً لائقِ تحسین اور قابلِ ستائش ہے۔ اطمینان کی ایک لہر پورے وجود میں سرایت کر گئی۔ شکر ہے کہ ابھی ظلم کے خلاف آوازِ حق بلند کرنیوالے موجود ہیں۔ خواہ تعداد میں ایک فی صد ہی سہی —— اور اب جس بات نے مجھے قلم کا سہارا لینے پر مجبور کیا ہے وہ یہ ہے کہ نجانے کیوں یہ کالم مکمل ہونے کے باوجود بھی ادھورا محسوس ہو رہا ہے کچھ تشنگی ابھی باقی ہے میرے اندر سے اٹھنے والی ایک آواز مجھے اس کو مکمل کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔ عورت کی مظلومیت بیان کرتے ہوئے بشریٰ صاحبہ لکھتی ہیں۔ "جو مظلوم و معصوم عورت کو تشدّد کا نشانہ بناتے ہیں وہ بھی مرد ہیں جو تھانوں میں ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرتے ہیں وہ بھی مرد کہلواتے ہیں اور جو انکی چیخ و پکار سن کر کان اور آنکھیں بند کر لیتے ہیں وہ بھی مرد ہوتے ہیں اور جن سے وہ انصاف طلب کرنے جاتی ہے وہ بھی اللہ رکھے مردوں میں سے ہی ہوتے ہیں"۔ پھر کالم نگار صاحبہ سراپا احتجاج بن کر پوچھتی ہیں" .... کہاں گئے وہ مرد جو ایک مظلوم عورت کی آبرو بچانے کی خاطر اپنی جان پر کھیل جایا کرتے تھے کیا اب یہ باتیں صرف قصے کہانیوں میں ملا کریں گی؟" بلاشبہ ایسا ہی ہے۔ مرد عورت کے ساتھ حسنِ سلوک کی بجائے اپنی تمام تر درندگی اور سفاکی پر اتر آیا ہے واقعی اسے نہ دوستی کا قرینہ آتا ہے اور نہ دشمنی کی ادا یاد ہے، جنسی بے راہ روی اور انتقامی جذبوں سے مغلوب ہو کر وہ یہ بھی بھول جاتا ہے کہ وہ بھی کسی کا بھائی، کسی کا بیٹا، اور کسی کا شوہر ہے۔ اس کے گھر میں بھی بیٹی جیسی کوئی چیز ہے —— عموماً اسکی ہوس اور انتقام کا نشانہ تیسرے درجہ کی معصوم مجبور اور سادہ لوح عورت ہی بنتی ہے —— ان سب باتوں کے باوجود محترمہ عرض یہ ہے کہ قصے کہانیوں میں صرف یہی نہیں، اور بھی بہت کچھ ملے گا کیا میں ایک عورت ہونے اور اسی صنف سے تعلق رکھنے کے باوجود

یہ سوال کر سکتی ہوں کہ کہاں گئی وہ عورت جو اپنی عزت و آبرو کی خاطر جان کی بازی لگا دیا کرتی تھی؟ کہاں گئیں وہ عفت و عصمت کی دیویاں جن کے چہرے تو کجا کبھی سر کے ایک بال پر بھی غیر محرم کی نظر نہیں پڑی تھی؟ جو کبھی باپ اور بھائی کے سامنے آنکھ اٹھا کر بات تک نہیں کرتی تھیں جن کے پاؤں نے کبھی دہلیز پار نہیں کی جن کی آنکھیں شرم کے بوجھ سے جھکی اور جن کے چہروں پر حیا کی لالی جھلکتی تھی کسی کالج، یونیورسٹی سے ڈگری حاصل نہ کرنے کے باوجود جن کی گودیں تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھیں، کہاں گئی وہ آغوش جس میں فارابیؒ و غزالیؒ، رومیؒ و رازیؒ شاہ ولی اللہؒ اور مجدد الف ثانیؒ نے پرورش پائی اور تاریخ انسانی پر انمٹ نقوش چھوڑے جنہیں عورت نے حیاتِ جاودانی بخشی، مگر آج معاشرہ ایسے انسانوں سے تہی دامن ہے۔ آپکو ایک نہیں ہزاروں راجہ داہر دندناتے نظر آئیں گے لیکن کیا کوئی محمد بن قاسم اور حجاج بن یوسف ہے جو انکے ظلم و ستم کی بھینٹ چڑھنے والوں کی پکار پہ لبیک کہے اور انکے زنداں میں قید اسیروں کو رہائی کی نوید سنائے؟ آخر ایسا کیوں نہیں؟ اسکی وجہ کیا ہے؟ یہی نا کہ وہ گودیں ویران ہو چکی ہیں وہ کوکھیں اُجڑ چکی ہیں اور اس دھرتی پہ وہ مائیں نہیں ہیں جنہوں نے ایسے بہادر اور عظیم سپوتوں کو جنم دیا — اپنے کالم میں دوسری جگہ وہ ہادیٔ برحق کے ایک سفر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتی ہیں:

"کہ ایک بار آپؐ سفر میں تھے۔ ہمراہ ازواج مطہرات بھی تھیں اور حدی خوان ایک سیاہ فام (صحابی) انجشہؓ تھے انکی خصوصیت یہ تھی کہ جب وہ حُدی پڑھتے تو اُونٹوں کی رفتار حیرت انگیز حد تک تیز ہو جاتی۔ دورانِ سفر جب انجشہؓ نے حُدی پڑھنی شروع کی تو خیر البشرؐ نے فرمایا۔ دیکھنا ان میں نازک آبگینے (شیشے) ہیں آہستہ چلو گویا انسان کامل، انسانِ اعظمؐ نے مستند فرما دیا کہ عورت نازک آبگینے کی مانند ہوتی ہے مرد کا فرض ہے کہ اسے ذہنی و جسمانی کوفت سے محفوظ رکھے۔"

یہ واقعہ حدیث کی کتب سے ثابت ہے مگر یوں کہ آپ نے فرمایا: رُوَیْدَکَ یا انجشہ لا تکسر القواریر (ٹھہر جا اے انجشہ نہ توڑ آبگینوں کو!) یہاں "قواریر" سے مراد عورتیں ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس ارشادِ رسولؐ کی ایک وجہ تو یہی تھی کہ عورتیں کمزور دل ہونے کے باعث اونٹوں کی تیز رفتاری سے خوفزدہ نہ ہوں لیکن دوسری جو اصل وجہ تھی وہ یہ کہ انجشہ بہت خوبصورت آواز کے مالک تھے پھر عورتوں کی موجودگی میں جب انہوں نے حُدی پڑھنا شروع کی، تو اس سے فتنے کا بھی احتمال تھا (کہ دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو جاتیں) .... یہ تو ہے محسنِ انسانیت کی تعلیمات کا ایک نمونہ۔ سوال یہ ہے کہ جس اسلام کے نام پر مردوں کی غیرت جگائی جا رہی ہے اس کے مسلمات کے خلاف بد زبانی، ہلڑ بازی اور احتجاج کون کرتا ہے؟ بات جب حدود و قوانین کی چلتی ہے چادر اور چار دیواری کا مسئلہ آتا ہے تو ہمیں اسلام کی تعلیمات یہ نظر آتی ہیں، اسکے خلاف سڑکوں پر مظاہرے شروع ہو جاتے ہیں، جلوس نکالے جاتے ہیں۔ نعرے لگائے جاتے ہیں، دیت و قصاص کے خدائی قانون کے خلاف زہر کون اگلتا ہے؟ شرعی عدالتوں کی مخالفت کون کرتا ہے؟ ویمن ایکشن فورم کی قیادت کون سنبھالتا ہے؟ اور قوم کے منتخب نمائندوں کے ایوانوں میں اسلامی اقدار

شعائر اور علماء پر طعن کون توڑتا ہے ؟ مگر حیرت ہے کہ جب مسئلہ اپنی عزت و آبرو کا آتا ہے تو پھر اسلام اور ہادیٔ اسلامؐ کی تعلیمات کو بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے پھر ہم اسی مذہب کی آغوش میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ جسے کل تک تضحیک کا نشانہ بناتے رہے تو گویا آپکا تقاضا ایک ایسا نام نہاد مذہب ہے کہ جو آپکو بوقت ضرورت پناہ بھی دے اور کھل کھیلنے کی اجازت بھی! تو پھر مردوں پر پابندی کیسی؟ جب آپکے نزدیک مغرب کی عطا کردہ پسند و ناپسند اور اسکی تہذیب ہی قابلِ قبول اور قابلِ عمل ہیں تو پھر یہ رونا کیا؟ معاشرے میں جو کچھ ہو رہا ہے پھر اس پر واویلا کیوں؟ کہ آپکا پسندیدہ مغربی نظامِ زندگی اور تہذیب صرف یہی نہیں اور بھی بہت کچھ عنایت کرتا ہے ..... اور محسنِ انسانیت کے دیئے ہوئے نظامِ حیات میں تو عورت گھر کی مالکہ اور راعیۃ ہے اولاد کی شفیق سرپرست اور شوہر کی وفادار ساتھی، بہترین متاع ہے، ریاست کا ستون ہے، اُسکی گود تہذیب و تمدن کا اولین گہوارہ ہے۔ اپنی ذمہ داریوں سے احسن طریقے سے عہدہ برآ ہونے کی صورت میں وہ نہایت اعلیٰ وارفع مقام کی حقدار ہے۔

مگر آپ کے مغرب نے تو عورت کو صرف اور صرف ملازمہ اور خادمہ بنایا ہے۔ غلامی کی شکل بدلی ہے اور آپکو اُلّو بنایا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ مغرب میں جب مرد کی ہوسناک طبیعت نے عورت سے ناجائز طور پر لطف اندوز ہونا چاہا اپنی قانونی بیوی کی کفالت اُسے بوجھ محسوس ہونے لگی تو اس نے ان دونوں مشکلوں کا ایک عیارانہ حل نکالا۔ وہ حل یہ تھا کہ عورت کو چار دیواری سے باہر لے آیا۔ اُسے تحریکِ آزادیٔ نسواں کی قیادت سونپ کے دلفریب نعروں میں اُلجھایا اور آزادی کا خوبصورت خواب دکھایا تو وہ بُری طرح اُسکے سحر میں گرفتار ہو گئی اور گھر سے باہر نکلنے کا نتیجہ اُسے فوراً مل گیا۔ اسے تجارت چمکانے کیلئے "سیلز گرل" اور "ماڈل گرل" بنا کر فحاشی کا چلتا پھرتا اشتہار بنا دیا گیا، نامحرم مردوں کی سیکرٹری اور کلرکی کے اعزازات بخشے گئے ایک مرد کی رفاقت و خدمت کی جگہ ہزاروں مردوں کی ناز برداری کیلئے "ایئر ہوسٹس" منتخب کیا گیا۔ مغربی معاشرے میں نچلے درجے کے تمام کام عورت کے سپرد ہیں۔ ریستورانوں میں ویٹرس، ہوٹلوں کی بھنگن، روم اٹنڈنٹ دکانوں پر سامان بیچنے والی، دفتروں میں استقبالیہ کے لئے، بغرض بیرے سے لیکر کلرکی تک کے تمام کام عورت ہی انجام دیتی ہے۔

بی اے کر کے اب رشیدہ ڈھونڈتی ہے نوکری
لینے کے دینے پڑ گئے اس گھر کی ویرانی بھی دیکھ

جو عورت گھر میں ماں، باپ، بہن بھائی، شوہر اور بچوں کے کام کاج کو ذلت کا باعث سمجھتی تھی آج اُسے وہی کام گھر سے باہر کرنے پڑتے ہیں ـــــ اس طرح مغرب میں آزادیٔ نسواں کے نتائج بہت جلد ظاہر ہو رہے ہیں مسٹر کیمن یورپ کا معاشرہ تباہی کے آخری دہانے پر کھڑا ہے۔ وہاں کے اہلِ دانش اور باشعور افراد اس تباہ کن صورتحال پر پریشان ہیں کہ یہ سلسلہ کہاں جا کر رکے گا؟ حیرت اور افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ مغرب جس روش پر چل کر بے حجابی، بے حیائی اور اخلاقی انحطاط کا شکار

ہوا اور جس چیز سے وہ پریشان ہے وہ سب کچھ ہمارے ہاں ایک فیشن کے طور پر اپنایا جا رہا ہے۔

اس دور میں عورت اگر مظلوم ہے تو میرے خیال میں ظالم بھی وہ خود ہی ہے۔ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے والے اور اپنے راستے میں کانٹے بونے والے کو کون مظلوم کہتا ہے؟ اپنے عزت و وقار کو مجروح کرنے، اپنی بے حرمتی اور مقام کو کھونے میں اس کا اپنا ہاتھ ہے جب وہ اپنی چکاچوند اور جلوہ سامانیوں کے ساتھ باہر آئی ہے تو اس کا نتیجہ لازمی ہے مین گیٹ کو کھلا چھوڑ کر باقی دروازے مقفل کر کے یہ یقین کر لینا کہ چور نہیں آئیگا ایک احمقانہ حرکت ہے۔ دُکان میں کھلونے اور شوکیس میں سجی رنگ برنگی گڑیاں دیکھ کر بچے کا مچل جانا لازمی امر ہے ایسے میں وہ آپکی ڈانٹ ڈپٹ سے خاموش تو ہو جائیگا لیکن یہ قطعی ناممکن ہے کہ وہ چپکے چپکے پیچھے مڑ کر انکی طرف للچائی نظروں سے نہ دیکھے۔ آپکو بازاروں، سڑکوں، گلیوں، پارکوں، ہوٹلوں اور ریستورانوں میں حیا کے تمام تقاضوں اور اخلاق قدروں سے عاری اپنی مشرقیت پر اتراتی فخر کرتی جو عجیب سی مخلوق نظر آتی ہے۔ وہ ہے آج کی عورت؟ جو شانے اُچکاتی، زلفیں لہراتی، کندھے سے کندھا ٹکراتی، اپنے سٹائل شو کرتی، اپنے بوائے فرینڈ کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے پھلجھڑیاں چھوڑتی، بات بے بات قہقہے لگاتی اپنے مقام و منزل سے ناآشنا کسی منہ زور گھوڑے کی طرح سرپٹ بھاگی جا رہی ہے۔ یقیناً وہ ابھی تک پیش آنیوالی ذلت و رسوائی کی اتھاہ گہرائیوں سے بے خبر ہے۔

یہ کونسی مشرقیت کا تقاضا ہے جس کے تحت اپنی اور اپنے شوہر کی، بچوں کی مطلوبہ تعداد، ذرائع ابلاغ کے ذریعے ہر خاص و عام تک پہنچائی جاتی ہے؟ ترقی کے نام پر بے حجابی اور بے حیائی کی اس دوڑ میں اندھا دھند بھاگتے ہوئے صرف تھوڑی دیر کیلئے رکیں اور تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے ذرا اسکی کسی ایک درخشندہ باب کو کھولیں تو آپکو ایک سے ایک بڑھ کر روشن مثال نظر آئیگی۔ حضرت خنساؓ کے اسم گرامی سے کون واقف نہیں بڑی دلیر اور بہادر خاتون تھیں۔ ایمان و ایقان جوش و جذبے اور عظمت کا یہ عالم کہ چاروں بیٹوں کو یکے بعد دیگرے میدانِ جنگ میں روانہ کیا اور چاروں ہی جامِ شہادت نوش کر کے ابدی زندگی سے سرفراز ہوئے۔ لیکن ذرا سنئے! بہادر ماں اپنے دلیر بیٹوں کو وقتِ رخصت کیا نصیحت کرتی ہیں فرماتی ہیں: "پشت نہ دکھانا کہ میں نے کبھی تمہارے ماموؤں کو سرنگوں نہ ہونے دیا تھا اسلئے میری فرزندی کا حق ادا کرنا"

صرف یہ ایک مثال ہی زندگیوں میں انقلاب لا سکتی ہے۔ روحوں کو تازگی اور دلوں کو نئے جذبے عطا کر سکتی ہے مگر جب سماعتوں، بصارتوں اور قلوب و اذہان پر ضلالت و سرکشی کے پردے پڑ جائیں اور حیوانِ ناطق خدا و رسول کے ہر قانون اور ہر حکم کو اپنی عقل کے ترازو میں تولے تو پھر ایک کیا ایسی ہزاروں مثالیں بے سود ——— ایک وہ زمانہ تھا کہ

عہاتیں مردوں کو سربلند کرتیں اور ایک آج کہ دونوں کے لچھن ایک ہوئے جاتے ہیں۔ نہ یہ عورت نہ وہ مرد! ذرا ادھر دیکھئے تو چست اور واہیات لباسوں میں ملبوس ہڈیوں کے ڈھانچے گردنوں میں زنجیریں اور ہاتھوں میں رنگ برنگے کڑے پہنے، بے رونق زرد چہرے، بصیرت سے محروم نیم وا آنکھیں، میوزک کی تیز دھنوں پہ تھرکتے ناچتے وجود کہ ہم نے ان کا نام "مرد" رکھا ہے۔ یہی ہے نا تہذیب جدید کی دلدادہ آج کی عورت کا نئی نسل کی صورت میں اپنے معاشرے کو تحفہ؟ یہ ہیں مستقبل کے معمار؟ کیا آپ ان سے وطن کی حفاظت اور بقا کی امید رکھتے ہیں اور ان سے احترام نسوانیت کی بھیک مانگتے ہیں کہ جن کے آئیڈیل ابن قاسمؒ، ایوبیؒ، اور غزنویؒ نہیں۔ بلکہ مائیکل جیکسن ایسے جانور ہیں کلچر، تہذیب اور ثقافت کے نام پہ ذہنوں میں جو زہر منتقل کیا گیا اور کیا جا رہا ہے تو اس کے نتائج کو بھی قبول کریں! اب راہ فرار کیوں؟ موسیقی کے دیگر ٹی وی پہ وگراموں کے علاوہ میوزک ۸۹ رلو تھہ فیسٹیول سٹوڈیو نمبرا تو آپکی خواہش اور منشا کے مطابق ہی آئے نا؟ اس روز اپنے اہل خانہ کے ہمراہ ٹی وی دیکھتے ہوئے آپکی آنکھوں میں بڑی عجیب سی چمک اور چہرے پہ بشاشت کے آثار تھے کہ ایک عرصہ ہوا تھا بور اور دقیانوسی پروگرام دیکھتے ہوئے۔ اس رات آپ بہت مدت بعد اطمینان کی نیند سوئے کہ شکر ہے ٹی وی کا قبلہ تو درست ہوا —— اسلام، دین، مذہب چادر، چار دیواری، شرم و حیا جیسی فرسودہ باتوں سے نجات تو ملی —— تو پھر شکایت کیسی اور کس سے؟ اخبارات و رسائل میں چھپنے والے اشتہار، تصاویر اور ٹی وی پہ ثقافت کے نام پہ جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے ماڈلنگ کے نام پہ عفت و عصمت کی جو دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں وہ میری اور آپکی نظروں سے اوجھل نہیں یہ اور بات کہ ہماری دینی حمیت و غیرت کا جنازہ نکل چکا ہے۔ اخبارات خبریں پڑھنے کیلئے کم فلمی اشتہاروں کی وجہ سے زیادہ خریدے جاتے ہیں تو پھر فرمائیے کہ انجمن، بابرہ، انیتا ایوب اور سلمیٰ آغا کا آپکے نزدیک کیا مقام ہے جن کے نام لینے سے ہی حلق میں کڑواہٹ اور فضا میں تعفن محسوس ہوتا ہے؟ یہ بھی آبگینے ہیں؟ میرے نزدیک تو یہ جسم فروشی اور حیا باختگی کے تمام ریکارڈ توڑنے پہ کسی ایوارڈ کی تو واقعی مستحق ہیں مگر انکے لئے لفظ عورت کا استعمال نسوانیت کی توہین اور ذلت ہے۔ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی یہ دیکھئے مغرب کا مشرق کے منہ پہ ایک اللہ بھرپور طمانچہ! میرے اور آپکے وطن، ایک اسلامی اور نظریاتی ملک کے ٹی وی کی فخریہ پیشکش کہ جن کے لئے نعیم عارفی نے لکھا ہے

ع ہمن ہے عاشق اور بھیا معشوق ہے کیسی ندرت ہے! جی ہاں آپ سمجھ چکے ہونگے نا ذرا اور دیکھئے جنکی حیا سوز حرکات اور پوز دیکھ کر اہلِ خانہ کے ساتھ تو کجا ہم جیسے تنہا بیٹھے بھی پسینے میں شرابور ہو جائیں یہ ننگِ انسانیت مرد

اور عورتیں کہیں سے امپورٹ نہیں کی گئے یہ ہماری جدیدیت کی پیداوار ہیں۔ کیا آپ اس تمام تر فحاشی اور بے غیرتی کا ذمہ دار صرف زوہیب کو ٹھہرائیں گے اور نایہ کو صنفِ نازک کہکر چھوڑ دیں گے؟ کیا انہیں اس مادر پدر آزادی دینے میں صرف اُنکے باپ قصوروار مانیں گے یا انکی ماں کا حصّہ بھی اسمیں شامل کریں گے؟ پھر اعداد وشمار جمع کر کے دیکھ لیں اُنکی اس فحاشی اور بدمعاشی کی حوصلہ افزائی کرنے والوں میں صرف مرد ہی ہیں یا عورتوں کی تعداد مردوں سے بھی زیادہ؟ بازاروں، ہوٹلوں، کلبوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں آپ بھی جاتے ہیں، پارٹی، فنکشن، مشاعرے مقابلے میں آپ کو مدعو کیا جاتا ہے کرکٹ اور ہاکی میچ بھی یقیناً آپ دیکھتے ہیں تو بتائیے کہ ان سب جگہوں پر ہوٹنگ اور ہلڑبازی میں بے تکلف فقرے اُچھالنے، قہقہوں اور مسکراہٹوں کے تبادلے میں صرف لڑکے ہی ملوث ہوتے ہیں یا اگلی نشستوں پر براجمان معزز خواتین بھی؟ کسی بتسمین، کسی باؤلر اور کسی ہاکی پلیئر کو آٹوگراف دیتے وقت پیچھے سے اُس کے کندھے پر جو نازک سا ہاتھ نظر آرہا ہے اور بالوں کی جو لٹ اسکی پیشانی کو چھو رہی ہے غور سے پہچانیے تو وہ کس کی ہے؟ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس سارے تجربے اور مشاہدے کے بعد بتائیں کہ معاشرے کی تباہی میں کون قصوروار ہے۔ صرف مرد، صرف عورت یا دونوں ہی؟

کل تک جسے دامن میں چھپاتی تھی شرافت
ہر بزم میں رقصاں وہ ادا دیکھ رہی ہوں
اے عیش پرستانِ چمن! وقت کے بندو!
میں وقت کی آنکھوں میں دغا دیکھ رہی ہوں

نرخنامہ اشتہارات
نقیب ختم نبوت

ٹائیٹل کا آخری صفحہ سالم ۔۔/۵۰۰ روپے
" " " (۱/۲) ۔۔/۲۵۰ روپے
ٹائیٹل دوسرا اور تیسرا صفحہ ۔۔/۳۰۰ روپے
" " " (۱/۲) ۔۔/۲۰۰ روپے
عام صفحہ (سالم) ۔۔/۲۵۰ روپے
" " " (۱/۲) ۔۔/۱۰۰ روپے
" " " (۱/۴) ۔۔/۵۰ روپے

مُستقل مُعاونین کے لئے
خصوصی رعایت ہوگی